ڈاکٹر محمد بن سعد الشویعر

محمد بن عبد الوہاب اور اُن کی تحریک کے عقائد

اُن کے مراسلات وخطابات کے آئینے میں!

اصطلاحاً 'وہابی' نام رکھنا، نسبت واعتقاد کے لحاظ سے اسی طرح غلط ہے جس طرح شیخ محمد اور ان کے متبعین کی طرف منسوب نظریات غلط تھے اور اُن لوگوں نے اس سے برات ظاہر کی۔ سلفی عقیدے کے متلاشی دین اسلام کے دونوں سرچشموں: کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی ہدایات کا مقصد زیادہ بہتر سمجھتے ہیں، اس لیے یہ لقب ان لوگوں کے لیے ناگوارِ خاطر نہیں ہے، کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ جس لقب سے انہیں ملقب کیا گیا ہے، وہ محض ایک بہتان ہے جو بحث ومناظرے میں ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ یہ لوگ اس روشن راہ کے راہی ہیں جس پر سیدنا رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو چھوڑا جس کی رات بھی دن کی طرح ہے، ہلاک ہونے والا ہی اس راہ سے بھٹکے گا، یہ راہ آپ ﷺ کے قول وفعل اور تقریر سے صحت وسند پر اطمینان کے بعد اِختیار کی گئی ہے۔

یہ عمران بن رضوان[1] ہیں، جو بیرونِ جزیرہ کے مسلمان اور اپنے شہر 'لنجہ' کے علما میں سے ہیں۔ جب اُنہیں یہ دعوت پہنچی اور اِس کی سچائی پر اُنہیں یقین ہوگیا تو ایک قصیدے میں اس کی مدح سرائی کی جس میں ذیل کا شعر بھی آیا ہے:

إن كان تابع أحمد متوهّبا　　　فأنا المقر بأنني وهّابي

"اگر احمد مصطفی ﷺ کی پیروی کرنے والا وہابی ہے تو مجھے اپنے وہابی ہونے کا اعتراف ہے۔"

اور یہ شعر اُنہوں نے صرف اس لیے کہا ہے کہ 'وہابی' کا لقب بقول عراقی عالم محمد بہجت اَثری دشمنانِ اسلام کی خواہش پر رکھا گیا ہے۔ اسلام کے دشمنوں کا خیال تھا کہ عالم

---

1 موصوف خلیج عربی کے ساحل پر واقع ایرانی شہر 'لنجہ' کے علماو معززین میں سے تھے۔

اسلام ایک بے جان ڈھانچہ ہو گیا ہے، یقیناً سامراجی طاقتیں اس کی سرزمین، خزانوں، کانوں اور دیگر قدرتی وسائل پر قابض ہو جائیں گی، پس اس نئی دعوت کو جس کی گونج وسط جزیرہ نما عرب سے مسلمانوں کی شیرازہ بندی اور اُنہیں ہلاکتوں سے بچانے کے لیے اُٹھی تھی، ایک فرقے کی شکل میں پیش کیا گیا تاکہ فرقوں کی تعداد میں ایک اور اضافہ ہو جائے۔ اسی لیے اسے 'وہابیت' کا لقب دیا گیا اور شہرت یافتہ ذرائع ابلاغ نے اس لقب کی اشاعت کی جس سے یہ لقب لوگوں میں زبان زدِ عام ہو گیا۔ حکومتِ عثمانیہ کو بھی یہ لقب بھلا لگا، چنانچہ اس نے اسے درویشوں اور شاہی خاندان کی درگاہوں اور خانقاہوں کے دستر خوان پر پلنے والوں کی زبان پر چالو کر دیا اور اس پر شبہات ڈالنے اور اس کی صورت مسخ کرنے میں بڑھ چڑھ کر کام کیا، بالخصوص اُس وقت جب اس کی اَہمیت بڑھ گئی اور اس کی بنیاد پر جزیرہ نمائے عرب میں مضبوط عربی اسلامی حکومت قائم ہو گئی۔[1]

وہابی تحریک کی نوعیت، دعوت اور اہمیت کو جاننے اور اُس کے خلاف اُٹھائے جانے والے شکوک وشبہات اور الزامات کے ازالے کے لئے شیخ محمد بن عبد الوہاب کے دو خطوط کو یہاں پیش کرنا مناسب ہو گا...:

ایک شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کا اہل قصیم کے نام خط اور دوسرا وہ خط جو شیخ سلیمان بن عبد الوہاب نے علماے مجمعہ میں سے تین کے نام بھیجا تھا، مگر یہاں بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ ان دونوں خطوں کی حتمی تاریخ واضح نہیں ہے۔ اس خط میں شیخ محمد احمد سلفی رحمۃ اللہ علیہ دعوت کے سلسلے میں اپنا منہج واضح کرتے ہیں:

"جب میں شعبان ۱۴۰۷ھ میں موریتانیا گیا تو وہاں کے بعض علما نے اِفادہ عام کے لیے ان دونوں خطوں کا اضافہ کرنے کی درخواست کی تاکہ پڑھنے والے خود اپنی بصیرت کی روشنی میں حقیقتِ حال جان لیں اور صحیح نتیجے تک پہنچ سکیں۔"

ضروری وضاحت: شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ کے خطوط کے مطالعے سے پہلے یہاں شیخ کے ایک خط کی وضاحت ضروری ہے تاکہ قارئین کرام پر اصل حقیقت روشن ہو جائے۔ یہ خط اہل قصیم

---

[1] دیکھیے کتاب: محمد بن عبد الوهاب: داعية التوحيد والتجديد في العصر الحديث 'عصر حاضر میں توحید وتجدید کے داعی محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ': ص ۱۶، ۱۷

کے نام ہے۔ ان لوگوں نے شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ سے ان کا عقیدہ دریافت کیا تھا تو اس استفسار کے جواب میں شیخ نے یہ مکتوب ارسال کیا۔ اسے اہل قصیم نے مقامی علمائے کرام کی خدمت میں اُن کی رائے جاننے کے لیے پیش کردیا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ مقامی علمائے کرام شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت کی تائید کردیں گے تو وہ اسے قبول کرلیں گے، بصورتِ دیگر کنارہ کش رہیں گے۔

چنانچہ علمائے کرام نے شیخ کے خط کا بڑی احتیاط اور باریک بینی سے مطالعہ کیا اور شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت اعلان کردیا کہ وہ راہِ صواب پر ہیں۔ اس جانچ پرکھ اور تحقیق و تفتیش کے بعد اہل قصیم نے شیخ کی دعوت حق قبول کرلی۔ راہِ حق کے مسافروں کا یہی طریقہ ہونا چاہیے۔ یہی شان اور ذمے داری علمائے کرام کی بھی ہے کہ وہ معاملے کو علم و بصیرت اور دلیل وبرہان کی روشنی میں دیکھیں اور ملامت گر کی ملامت سے بے خوف ہو کر سچائی کا اعلان کردیں۔

اَب شیخ کے مکتوبِ گرامی کا مطالعہ فرمائیے۔ شیخ کے دوسرے خطوط بھی اسی طرح کے ہیں جو اِستفسار کرنے والوں کے جواب میں لکھے گئے۔ جس نے جب کبھی اپنے شک و شبے کا اظہار کیا اور شیخ سے سوال کرکے راہِ حق جاننی چاہی تو شیخ نے فوراً جوابِ باصواب مرحمت فرمایا۔ جس کے نتیجے میں لوگوں پر حقیقتِ حال کھل گئی اور اُنہوں نے شیخ کی دعوت قبول کرلی۔ انہوں نے شیخ کے ہاں کوئی ایسی چیز نہیں پائی جو اللہ کی شریعت کے خلاف ہو یا ان مسلّمہ عقائد کے منافی ہو جن پر اُمتِ اسلامیہ کی بڑی شخصیات اعتقاد رکھتی ہیں۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا اہل قصیم کے نام خط[1]

(1) جب اہل قصیم نے شیخ سے اُن کے عقیدے کے بارے میں دریافت کیا تو تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں اللہ کو، میرے پاس جو فرشتے حاضر ہیں، اُنہیں اور آپ لوگوں کو گواہ بناکر کہتا ہوں کہ میں وہی اعتقاد رکھتا ہوں جو فرقہ ناجیہ اہل السنّۃ والجماعۃ عقیدہ رکھتا ہے، یعنی اللہ پر، اس

1 یہ خط شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کے شخصی خطوط کی خصوصی قسم میں شائع کیا گیا ہے، جو ڈاکٹر محمد بلتاجی، ڈاکٹر سید حجاب اور شیخ عبد العزیز رومی کی تالیف ہے اور یہ پہلا خط ہے جو الدرر السنیۃ: ۱/۲۸ تا ۳۱ سے منقول ہے۔

کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر اُٹھنے پر اور اچھی یا بُری تقدیر پر ایمان رکھتا ہوں اور ایمان باللہ ہی میں سے ان تمام صفات پر بغیر حک و اضافہ، ایمان لانا بھی شامل ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو اپنی کتاب میں یا اپنے رسول ﷺ کی زبان پر متصف کیا ہے۔ میرا عقیدہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے مثل کوئی شے نہیں۔ وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ جن صفات سے اس نے اپنے آپ کو متصف کیا، ان میں سے کسی کا انکار نہیں کرتا، نہ اس کے کلمات کو اُن کی ٹھیک جگہ سے تبدیل کرتا ہوں۔ اس کے ناموں اور آیات میں کج روی نہیں کرتا۔ اس کی کیفیت بیان کرتا ہوں، نہ اس کی صفات کو مخلوق کی صفات جیسی قرار دیتا ہوں کیونکہ وہ بلند و بالا ہے۔ اس کا کوئی ہم نام ہے، نہ کوئی ہم سر ہے اور نہ کوئی اس کا شریک ہے۔ مخلوق پر اسے قیاس نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ خود اپنے آپ کو غیر سے زیادہ جانتا ہے۔ اپنی بات میں سب سے زیادہ سچا ہے اور اس کی بات سب سے زیادہ بہتر ہے، اس کی ذاتِ عالی ان تمام صفات سے پاکیزہ ہے جن سے کیفیت بیان کرنے والے اور تشبیہ دینے والے مخالفین اسے متصف کرتے ہیں، اس نے ان صفات سے بھی خود کو منزہ قرار دیا ہے جن کا ردّ و بدل اور حک و اضافہ کرنے والے منکرین انکار کرتے ہیں، اس کا ارشاد ہے:

﴿سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝١٨٠ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝١٨١﴾[1]

"پاک ہے آپ کا ربّ، جو بہت بڑی عزت والا ہے، ہر اس چیز سے (جو مشرک) بیان کرتے ہیں اور پیغمبروں پر سلامتی ہے۔"

اور فرقہ ناجیہ 'نجات پانے والا گروہ' اللہ تعالیٰ کے اَفعال کے بارے میں قدریہ اور جبریہ کے مابین معتدل ہے اور اللہ کی وعید کے بارے میں وہ لوگ فرقہ مرجئہ و جہمیہ کے مابین معتدل ہیں اور اصحابِ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں شیعہ اور خوارج کے مابین معتدل ہیں۔ میں اعتقاد رکھتا ہوں کہ قرآن اللہ کا نازل کردہ کلام ہے، مخلوق نہیں ہے۔ اسی سے اس کی اِبتدا ہوئی اور اُسی کی طرف وہ لوٹ جائے گا، اللہ تعالیٰ نے حقیقتاً اس کے ذریعے سے کلام کیا اور اپنے بندے، اپنے رسول، اس کی وحی کے اَمین، اس کے اور اس کے بندوں کے

1 سورة الصّافات: ۱۸۰، ۱۸۱

درمیان اپنے سفیر، ہمارے نبی محمد ﷺ پر اسے نازل فرمایا اور اس بات پر ایمان رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے، اسے کر گزرنے والا ہے۔ اس کے چاہے بغیر کوئی چیز نہیں ہو سکتی اور کوئی چیز اس کی مشیت سے خارج نہیں ہو سکتی۔ دنیا میں کوئی چیز اس کی تقدیر سے باہر نہیں ہے، نہ اس کی تدبیر کے بغیر پیدا ہوتی ہے۔ کسی کو متعین تقدیر سے مُفر نہیں۔ لوحِ مکتوب میں جو کچھ لکھا ہے، اس سے آگے کوئی نہیں بڑھ سکتا۔

میں موت کے بعد پیش آنے والی ہر اس چیز پر یقین رکھتا ہوں جس کی خبر نبی ﷺ نے دی ہے۔ قبر کی آزمائش اور اس کی نعمتوں پر، اجسام میں رُوحیں لوٹانے پر ایمان رکھتا ہوں اور لوگ ربّ العالمین کے سامنے ننگے پاؤں، ننگے بدن، بغیر ختنہ کھڑے ہوں گے۔ آفتاب اُن سے قریب ہو گا، ترازو قائم کی جائے گی اور اس سے بندوں کے اعمال کا وزن کیا جائے گا جن کے ترازو کا پلڑا بھاری ہو گا، وہ تو نجات پانے والے ہوں گے اور جن کے ترازو کا پلڑا ہلکا ہو گیا، یہی ہیں وہ جنھوں نے اپنا نقصان آپ کر لیا اور ہمیشہ کے لیے واصل جہنم ہوئے۔ دفاتر پھیلا دیے جائیں گے، کوئی اپنا نامۂ اَعمال اپنے داہنے ہاتھ میں لے گا اور کوئی اپنے بائیں ہاتھ میں لے گا، ان سب باتوں پر میرا ایمان ہے۔

میدانِ حشر میں ہمارے نبی ﷺ کے حوض پر میرا یقین ہے جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا ہو گا۔ اس کے ساغر آسمان کے ستاروں کی تعداد میں ہوں گے، جو اس حوض سے ایک بار پانی پی لے گا اس کے بعد کبھی پیاس نہیں محسوس کرے گا، میرا اس بات پر ایمان ہے کہ پل صراطِ جہنم کے کنارے پر رکھا جا چکا ہے، لوگ اس سے اپنے اپنے اَعمال کی حیثیت کے مطابق گزریں گے۔

میں نبی ﷺ کی شفاعت پر ایمان رکھتا ہوں اور اس بات پر بھی کہ آپ سب سے پہلے شفاعت کرنے والے ہوں گے اور سب سے پہلے آپ ﷺ ہی کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ صرف اہل بدعت اور گمراہ لوگ نبی ﷺ کی شفاعت کے منکر ہیں لیکن شفاعت اللہ کی اِجازت اور رضامندی کے بعد ہی ہو گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ ﴾[1]

---

1 الانبیاء:۲۸

"وہ کسی کی بھی سفارش نہیں کریں گے بجز اُن کے جن سے اللہ خوش ہو۔"

اور اِرشاد ہے: ﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾[1]

"کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے شفاعت کر سکے۔"

نیز اِرشاد فرمایا: ﴿وَ كَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِی السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ یَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَرْضٰى ﴿۲۶﴾﴾[2]

"اور کتنے ہی فرشتے آسمانوں میں ہیں جن کی سفارش ذرا بھی کام آنے والی نہیں، مگر یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی خوشی اور اپنی چاہت سے جس کے لیے چاہے اِجازت عطا کر دے۔"

اللہ تعالیٰ توحید ہی سے راضی ہو گا اور اہل توحید ہی کو اہل توحید کی سفارش کرنے کی اِجازت دے گا۔ رہے مشرکین تو شفاعت میں ان کا کوئی حصہ نہیں جیسا کہ اِرشاد ربانی ہے:

﴿فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِیْنَ ﴿۴۸﴾﴾[3]

"انہیں سفارش کرنے والوں کی سفارش کوئی نفع نہ دے گی۔"

میرا اس بات پر ایمان ہے کہ جنت اور جہنم مخلوق ہیں۔ دونوں اس وقت موجود ہیں اور دونوں فنا نہیں ہوں گے۔ اہل ایمان قیامت کے دن اپنے پروردگار کو اُسی طرح اپنی نگاہوں سے دیکھیں گے جس طرح چودھویں رات کا چاند دیکھتے ہیں، اس کی دید سے کوئی ضرر نہیں پہنچے گا۔

میں یہ بھی ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد ﷺ سارے نبیوں اور پیغمبروں پر مہر ہیں۔ کسی بندے کا ایمان، جب تک وہ آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان نہ لائے اور آپ ﷺ کی نبوت کی گواہی نہ دے، صحیح نہ ہو سکتا۔ آپ ﷺ کی اُمت میں سب سے اَفضل اَبوبکر صدیق، پھر عمر فاروق، پھر عثمان ذوالنورین، پھر علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم، پھر باقی عشرہ مبشرہ، پھر اَہل بدر، پھر درخت والے اَصحابِ بیعتِ رضوان، پھر باقی صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔

---

۱ البقرۃ: ۲۵۵
۲ النجم: ۲۶
۳ المدثر: ۴۸

میں اصحابِ رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں، اُن کی خوبیاں دل میں یاد رکھتا ہوں اور زبان سے چرچا کرتا ہوں، اُنہیں راضی کرتا ہوں اور اُن کے لیے دعاے مغفرت کرتا ہوں، ان کی بُرائی کرنے سے باز رہتا ہوں، ان کے مابین جو نزاع ہوا، اس پر خاموشی اختیار کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾[1]

"اور جو ان کے بعد آئے، وہ دُعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے ہیں اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لیے کینہ نہ پیدا ہونے دے، اے ہمارے رب! بے شک تونہایت شفیق اور مہربان ہے۔"

اس اِرشادِ باری پر عمل کرتے ہوئے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت کو مانتا ہوں۔ ہر بُرائی سے پاک اُمہات المؤمنین کے حق میں 'رضی اللہ عنہن' کہتا ہوں، اَولیا کی کرامت و کشف کا معترف ہوں، لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے کسی حق کے وہ مستحق نہیں ہیں۔ جس چیز پر صرف اللہ تعالیٰ قادر ہے، وہ اُن سے نہیں مانگی جائے گی، بجز اس کے جس کے لیے رسول اللہ ﷺ نے گواہی دی ہے۔ میں مسلمانوں میں سے کسی اور کے لیے جنت و جہنم کی گواہی نہیں دیتا لیکن نیکوکار کے لیے رحمت کا اُمیدوار ہوں اور گناہ گار پر عذاب سے خائف ہوں۔ میں مسلمانوں میں سے کسی گناہ کے مرتکب کو کافر نہیں کہتا، نہ اسے دائرۂ اسلام سے خارج مانتا ہوں۔ ہر نیک و بد امام کے ساتھ جہاد کو جاری سمجھتا ہوں، ان کے پیچھے نماز باجماعت مباح جانتا ہوں اور جہاد محمد ﷺ کی بعثت سے لے کر اس اُمت کے آخری فرد کی دجال سے جنگ کرنے تک باقی ہے۔ کسی ظالم کا ظلم اسے منسوخ کرے گا، نہ کسی انصاف پرست کا انصاف۔

نیک و بد ائمہ مسلمین کی اِطاعت کو میں واجب سمجھتا ہوں جب تک وہ اللہ کی معصیت کا حکم نہ دیں اور جسے خلیفہ مقرر کر دیا گیا اور لوگ اس سے متفق اور راضی ہو گئے یا بزورِ طاقت اُن پر غالب ہو کر خلیفہ بن گیا، اس کی اِطاعت واجب ہے، اس کے خلاف بغاوت کرنا حرام

1 الحشر:10

ہے۔ اہل بدعت سے قطع تعلق اور جدائی مناسب سمجھتا ہوں یہاں تک کہ وہ توبہ کرلیں، اُنہیں مسلمان مانتا ہوں اور ان کا باطن اللہ کے حوالے کرتا ہوں۔ میں اسلام میں ہر نئی ایجاد کردہ چیز کو بدعت مانتا ہوں۔

اس بات پر یقین رکھتا ہوں کہ ایمان زبان کے قول، اعضاو جوارح کے عمل اور دل کی تصدیق کو کہتے ہیں۔ ایمان اطاعت و فرماں برداری سے بڑھتا ہے اور نافرمانی سے گھٹتا ہے۔ اس کے ستّر سے کچھ زیادہ شعبے ہیں۔ سب سے بلند شعبہ "لا إله إلا الله" کی گواہی دینا ہے اور سب سے نچلا راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا ہے، اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی فرضیت کا شریعتِ محمدیہ ﷺ کے تقاضے کے مطابق قائل ہوں۔

یہی میرا مختصر عقیدہ ہے جسے پریشان حالی میں تحریر کردیا ہے تاکہ آپ لوگوں کو میرے خیالات سے آگاہی ہو جائے اور جو کچھ میں کہتا ہوں، اس پر اللہ میرا کارساز ہے۔

آپ لوگوں سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہونی چاہیے کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ لوگوں کو سلیمان بن سحیم کا خط پہنچا ہے اور آپ کے ہاں بعض کم علم اَشخاص نے اسے درست سمجھ لیا ہے اور اس کی تصدیق کی ہے جبکہ اللہ جانتا ہے کہ اس شخص نے مجھ پر ایسی باتوں کا اِلزام لگایا ہے جو میری زبان تو کجا میرے وہم و گمان سے بھی نہیں گزریں، جیسے: اُن کا یہ کہنا کہ میں مذاہب اَربعہ کی کتابوں کو منسوخ قرار دیتا ہوں اور کہتا ہوں کہ لوگ چھ سو سال سے کسی مذہب پر نہیں ہیں اور اجتہاد کا دعویٰ کرتا ہوں، تقلید کی مجھے ضرورت نہیں اور کہتا ہوں کہ علما کا اختلاف مصیبت ہے اور جو بزرگوں کا وسیلہ پکڑے، اسے کافر کہتا ہوں۔ بوصیری کو اس کے "یا أکرم الخلق" کہنے کی وجہ سے کافر گردانتا ہوں، میں کہتا ہوں کہ اگر رسول اللہ ﷺ کا قبہ ڈھانا میرے بس میں ہوتا تو میں اسے ڈھا دیتا اور میں قبر نبی ﷺ کی زیارت کو حرام کہتا ہوں اور آپ کے والدین وغیرہ کی قبر کی زیارت کا منکر ہوں۔ جو غیر اللہ کی قسم کھائے اسے کافر کہتا ہوں، ابن فارض اور ابن عربی کو کافر گردانتا ہوں۔ 'دلائل الخیرات' اور 'روض الریاحین' جیسی کتابیں جلا دیتا ہوں اور آخر الذکر کتاب کو روض الشیاطین کے عنوان سے موسوم کرتا ہوں۔ ان تمام مسائل کے بارے میں میرا جواب یہ ہے کہ میں کہتا ہوں: ﴿سُبۡحٰنَكَ هٰذَا بُهۡتَانٌ عَظِيۡمٌ ۝١٦﴾ "یا اللہ! تو پاک ہے، یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔" ان سے پہلے لوگوں نے محمد ﷺ پر بہتان لگایا تھا کہ آپ ﷺ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اور بزرگوں کو گالی

دیتے ہیں، ان لوگوں کے اور اُن لوگوں کے دل اِلزام لگانے اور جھوٹ بولنے میں یکساں ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ﴾[1]

"جھوٹ تو وہی لوگ گھڑتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر ایمان نہیں ہوتا۔"

یہی لوگ جھوٹے ہیں۔ کذابوں نے رسالت مآب ﷺ پر بہتان لگایا کہ آپؐ کہتے ہیں: فرشتے، عیسیٰ اور عزیر جہنم میں ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ اِرشاد نازل فرمایا:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُم مِّنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ﴾[2]

"بے شک جن کے لیے ہماری طرف سے پہلے ہی نیکی اور بھلائی مقدر ہو چکی ہے وہ سب جہنم سے دور رکھے جائیں گے۔"

رہ گئے دوسرے مسائل تو بے شک میں یہ ضرور کہتا ہوں: انسان جب تک "لا إله إلا الله" کے معنی سمجھ نہ لے، کامل طور پر مسلمان نہیں ہو سکتا۔ جو میرے پاس آئے گا، میں اسے اس کے معنی سمجھا دوں گا۔ جب نذر سے غیر اللہ کے تقرب کی نیت ہو تو نذر ماننے والے اور نذرانہ قبول کرنے والے دونوں کو کافر کہتا ہوں۔ اور یہ کہ غیر اللہ کے لیے ذبح کرنا کفر ہے اور وہ ذبیحہ حرام ہے۔ یہ مسائل یقیناً برحق ہیں۔ میں ان کا قائل ہوں اور میرے پاس اُن پر کلام اللہ اور کلام رسول اللہ ﷺ اور جن علما کی اتباع کی جاتی ہے جیسے ائمہ اربعہ، ان کے اَقوال سے دلائل موجود ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ آسانی فرمائے گا، ان شاء اللہ ان سب کا تفصیلی جواب ایک مستقل رسالے کی شکل میں لکھوں گا۔ آپ اللہ تعالیٰ کے اِرشاد کو سمجھیں اور غور کریں:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ ﴾[3]

"اے مسلمانو! اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو، ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذا پہنچا دو۔"

---

۱ النحل: ۱۰۵

۲ الأنبياء: ۱۰۱

۳ الحجرات: ۶

محمد بن عبد الوہاب کے بھائی سلیمان کا اپنے بھائی کی دعوت قبول کرتے ہوئے، اس سلفی دعوت کے اوصاف کا تذکرہ کرنا

② مصباح الظلام کے مصنف نے سلیمان بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب اپنے بھائی کے رڈ پر اعتراض کے بعد کہا:

اللہ کا احسان ہے کہ اس کتاب کا مسوّدہ تیار کرتے ہوئے سلیمان کے ایک ایسے خط کا پتہ چلا جس سے اُنہوں نے اپنے پہلے مذہب سے توبہ کرنے کی خوش خبری دی ہے اور اعتراف کیا ہے کہ حقیقتِ توحید و ایمان ان پر ظاہر ہوگئی اور جو گمراہی و سرکشی پہلے سرزد ہوچکی ہے، اس پر وہ نادم ہیں۔ اس خط کا مضمون یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سلیمان بن عبد الوہاب کا برادرانِ احمد بن محمد تویجری اور احمد و محمد اولادِ عثمان بن شبانہ کے نام خط[1]

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وبعد!

اس اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ ہم پر اور تم پر اللہ نے اپنے دین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے بھیجی ہوئی شریعت کی معرفت کا جو احسان کیا اور اس کے ذریعے اندھے پن سے نکال کر بصیرت عطا فرمائی اور گمراہی سے نجات دلائی، یہ ساری باتیں تمہیں یاد دلاتا ہوں۔ ہمارے پاس درعیہ آجانے کے بعد تمہاری معرفتِ حق، اس پر تمہاری مسّرت اور اللہ رب العزّت کی حمد و ثنا جس نے تمہیں بچایا۔ یہ اُمور بھی تمہیں یاد دلاتا ہوں، الحمد للہ! جو بھی ہمارے ہاں آتا ہے، تمہاری تعریف کرتا ہے، اس پر اللہ کا شکر ہے۔ تمہیں دو خط بطورِ یاددہانی لکھ چکا ہوں۔

میرے بھائیو! حق کی مخالفت، شیطان کے راستے کی پیروی اور راہِ ہدایت کی اتباع سے روکنے کی جو کوشش ہم سے سرزد ہوئی تھی، وہ تمہیں معلوم ہے۔ اب یاد رکھو! ہماری زندگی کا تھوڑا حصہ باقی ہے، گنتی کے گنے چنے دن ہیں، سانس گنے جارہے ہیں۔ گمراہی کے لیے جو کچھ ہم نے کیا تھا، ضرورت ہے کہ اَب اس سے زیادہ ہدایت کے لیے کام کریں، وہ بھی صرف اللہ وحدہ لاشریک کی رَضا کے لیے، نہ کہ اس کے ماسوا کے لیے؛ شاید اللہ تعالیٰ

[1] دیکھیے مصباح الظلام از شیخ عبد اللطیف بن عبد الرحمٰن، ص: ۱۰۴ تا ۱۰۸

ہمارے اگلے پچھلے گناہ مٹا دیں۔ جہاد فی سبیل اللہ کی عظمت جو ہاتھ زبان، دل اور مال سے ہوتا ہے، اس سے گناہوں کا جو کفارہ ہوتا ہے، وہ تم سے مخفی نہیں اور جس کے ذریعے بھی اللہ تعالیٰ ایک آدمی کو ہدایت دے دے، اس کا اَجر تم جانتے ہو، اس وقت جتنا کارِ خیر تم کرتے ہو اس سے زیادہ کرنا اور اللہ کیلئے سچائی کے ساتھ کھڑے ہونا، حق کو بطورِ حق لوگوں سے بیان کرنا اور پہلے تم جس ضلالت و گمراہی پر تھے، اسے صراحت سے بیان کرنا مطلوب ہے۔

اے میرے بھائیو! اللہ سے ڈرو، اللہ کا خوف کرو، اگر ہم ویرانوں میں نکل جائیں، اللہ کے آگے گڑگڑائیں، اس کے سامنے دستِ دعا بلند کریں اور لوگ ہمیں پاگل ٹھہرائیں تو یہ بھی ہمارے لیے کم ہے کیونکہ ہمارا گناہ اس سے کہیں زیادہ بڑا ہے۔

تم اپنی جگہ پر دین و دنیا کے سردار ہو، شیوخِ قبائل سے زیادہ باعزت ہو اور سارے عوام تمہارے پیروکار ہیں، اس پر اللہ کا شکر اَدا کرو۔ ممنوعاتِ شریعت میں سے کسی چیز کا اِرتکاب نہ کرو۔ تم جانتے ہو کہ فریضہ اَمر بالمعروف و نہی عن المنکر اَدا کرنے والوں کو ناپسندیدہ اُمور ضرور پیش آتے ہیں۔ میں اس پر تمہیں صبر کی نصیحت کرتا ہوں جس طرح اللہ کے نیک بندے لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو وصیت کی، اللہ ہی کے لیے محبت کرنے اور اللہ ہی کے لیے بغض رکھنے سے بڑھ کر کوئی حق نہیں، اللہ کے لیے دوستی کرو اور اللہ ہی کے لیے دشمنی کرو۔

اس راہ میں تمہیں کچھ شیطانی خیالات پیش آئیں گے، مثلاً یہ کہ بعض لوگ خود کو اس دین کی طرف منسوب کریں اور شیطان آپ کے دل میں ڈالے کہ یہ سچا نہیں ہے بلکہ دنیا کا خواہش مند ہے، حالانکہ یہ ایسی بات ہے جس سے صرف اللہ تعالیٰ باخبر ہے، لہٰذا جب کسی کا ظاہر اچھا ہو تو اسے تسلیم کرو اور اس سے دوستی رکھو۔ جب کسی کا ظاہر بُرا ہو اور وہ دین سے پیٹھ پھیر رہا ہو تو اس سے دشمنی رکھو اور اس سے نفرت کرو، اگرچہ وہ تمہارا بڑا محبوب ہی ہو۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بلا شرکت غیرے صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا۔ اپنی رحمت سے ہمارے لیے ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھیجا جس نے ہمیں ہمارے اصل مقصد سے روشناس کرایا اور ہمیں اللہ تعالیٰ کا راستہ بتایا۔

سب سے بڑی بات جس سے اس نے ہمیں منع کیا، وہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور اللہ والوں سے دشمنی کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حق بیان کرنے اور باطل ظاہر کرنے کا حکم دیا۔ جو شخص ہدایت پکڑے، وہ تمہارا بھائی ہے، اگرچہ وہ بہت بڑا دشمن ہی ہو اور جو صراطِ

مستقیم سے پیٹھ پھیرے، وہ تمہارا دشمن ہے، چاہے وہ تمہارا بیٹا یا بھائی ہو۔

الحمدللہ! مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ جو کچھ میں نے تم لوگوں سے کہا ہے، اسے تم جانتے ہو، پھر بھی یہ بات تمہیں از سر نو یاد دلائی ہے، اس لیے اب اسے مکمل طور پر بیان کرنے سے جس میں کوئی التباس نہ ہو، تمہارے پاس کوئی عذر نہیں۔ ہاں تمہاری مجلسوں میں ہم نے اور تم نے پہلے جو کچھ کہا، اسے برابر یاد رکھنا۔ باطل کا ساتھ چھوڑ دینے اور حق کا بھرپور ساتھ دینے سے زیادہ کوئی بر حق نہیں، نہ اس سے تمہیں کوئی عذر مانع ہے کیونکہ آج دین و دنیا دونوں الحمدللہ اس سے متفق ہیں۔

ذرا یاد کرو، پہلے تم دنیاوی معاملات میں کس قدر خوف زدہ تھے۔ طرح طرح کی تکلیفوں میں مبتلا تھے، ظالموں اور فاسقوں کی زیادتیاں سہہ رہے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے دین کے ذریعے یہ ساری مصیبت دور فرمائی اور تمہیں سیادت و قیادت کا رتبہ عطا فرمایا۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے دین کا احسان اور عالی قدر شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب کی دعوتِ حق کا اثر ہے۔ ایک مسئلے پر غور کرو جس سے ہم ناواقف ہیں کہ اس اسلامی دعوت کے پھیلنے سے قبل فاسد عقائد والے بدوؤں پر اسلامی احکام کے حاملین ہونے کا اطلاق کیا جاتا تھا جبکہ ہمیں معلوم ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے مرتد ہو جانے والے بدوؤں سے جنگ کی، حالانکہ ان میں اکثر اسلام کے نام لیوا تھے بلکہ بعض اسلام کے ارکان بھی بجالاتے تھے۔ یہ بھی معلوم ہے کہ جو قرآن کے ایک حرف کو بھی جھٹلائے گا، اسے کافر کہا جائے گا، اگرچہ وہ عابد و پارسا ہی ہو۔ اور جو دین یا دین کی کسی چیز کا مذاق اُڑائے، وہ کافر ہے اور جو کسی متفق علیہ حکم کا انکار کرے، وہ کافر ہے۔ اس کے علاوہ اسلام سے خارج کرنے والے دیگر احکام جو سب بدوؤں میں اکٹھے موجود تھے، اس کے باوجود ہم اُن پر اپنے سے پہلے لوگوں کی تقلید کرتے ہوئے بلا دلیل اسلام پر عمل پیرا ہونے کا حکم لگاتے تھے۔

میرے بھائیو! غور کرو اور اس اصل کو یاد رکھو تو تمہیں اس سے کہیں زیادہ رہبری کی روشنی ملے گی۔ میں نے بات لمبی کر دی کیونکہ مجھے یقین ہے کہ جن باتوں کی تنبیہ کی ہے، اس میں سے کسی پر بھی تم شک نہیں کرو گے۔ میری اس سلسلے میں اپنے لیے اور تمہارے لیے خصوصی نصیحت یہ ہے کہ رات دن اللہ کے سامنے گڑگڑانے کو اپنی عادت بنالو کہ وہ تمہیں نفس کی برائیوں اور اعمال کی خرابیوں سے بچائے۔ صراطِ مستقیم کی ہدایت دے، جس پر اس

کے انبیا، پیغمبر اور نیک بندے گامزن تھے اور گمراہ کن فتنوں سے تمہیں محفوظ رکھے۔ حق واضح اور روشن ہے اور حق کے بعد گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔ اللہ سے ڈرو اور اسے ہر دم یاد رکھو۔ جو لوگ تمہارے علاقے میں ہیں، وہ خیر و شر میں تمہارے تابع ہیں۔ جو کچھ میں نے تم سے بیان کیا ہے، اگر اسے کرتے رہے تو تمہیں کوئی بُرا نہیں کہہ سکے گا اور تم بڑے لوگوں کی طرح پریشان حال لوگوں کے لیے مشعل راہ بن جاؤ گے، اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں سب کو راہِ راست پر چلائے۔

شیخ، ان کی آل و اولاد اور ہمارے اہل خانہ سب الحمد للہ اچھے اور تمہیں سلام عرض کر رہے ہیں۔ اپنے عزیزوں کو ہمارا سلام پہنچا دو۔ والسلام و صلی اللہ علیٰ محمد و آلہ و صحبہ

اے اللہ! خط لکھنے والے، اس کے والدین، اس کی ذریت، خط پڑھ کر کاتب کے لیے مغفرت کی دعا کرنے والے اور جملہ مسلمان مردوں اور عورتوں کو بخش دے۔

عمر فاروقی

....

محمد بن عبد الوہاب کی دعوت اور ان کے عقائد و نظریات کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حالیہ سعودی حکومت کے بانی شاہ عبد العزیز کے عقائد کا بھی تذکرہ کیا جائے، تاکہ معلوم ہو کہ ان کی طرف جن الزامات کی نسبت کی جاتی ہے، اس کی کتنی حقیقت ہے؟

شاہ عبد العزیز کا اصلاحی کردار

سقوط خلافت اِسلامیہ عثمانیہ کے بعد ۱۳۴۳ھ / بمطابق ۱۹۲۶ء میں شاہ عبد العزیز مکہ میں داخل ہوئے۔ جب مدینہ اور جدہ کے علاقے ان کی قیادت میں نئی حکومت کے حدود میں آگئے تو ان کے خلاف کئی غیر ملکی آوازیں اٹھیں اور اُنہوں نے ان پر کئی باتوں کی تہمت لگائی جن سے وہ بری ہیں۔ کسی نے کہا کہ وہ وہابی مذہب کے ماننے والے ہیں جو پانچواں مذہب ہے۔ اُنہوں نے حرمین شریفین کا تقدس پامال کیا، مسجد نبوی پر بم برسائے اور عزتیں لوٹیں۔ وہ نبی ﷺ سے محبت نہیں رکھتے اور آپ ﷺ پر درود نہیں بھیجتے۔ اس کے علاوہ دیگر کذب بیانیاں بھی کیں جو پہلے دہرائی جا چکی ہیں۔ اسی دوران علمائے اہل حدیث کا ایک گروپ آیا جس نے حج کیا، مسجدِ نبویؐ کی زیارت کی اور ان الزامات کو یکسر غلط پایا جو اُن پر لگائے جا رہے تھے اور ان کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈہ کیا جا رہا تھا۔ یہ لوگ اپنے اطمینان کے

بعد ہندوستان واپس آگئے تا کہ اتہامات کی تردید کریں اور آنکھوں دیکھی حقیقت حال بیان کریں۔ اُنہوں نے لکھنؤ اور دلّی کانفرنس کی تردید کے لئے دو کانفرنسیں منعقد کیں۔ اخباروں نے جن میں اخبار اہل حدیث، اخبارِ محمدی اور روزنامہ زمیندار پیش پیش تھے، شاہ عبدالعزیز کی حقیقی کارگزاری بیان کی۔ اُنہوں نے حرمین شریفین میں جو اصلاحات کیں اور حجاج کے آرام وراحت اور امن وسکون کے لیے جو اقدامات کیے، ان کی تفصیلات شائع کیں۔ مزید برآں اُن کے عقیدے کی سلامتی اور اللہ کے دین کے لیے ان کی غیرت و حمیت کے جذبات کا حال لکھا۔ شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ جس عقیدے پر مضبوطی سے قائم تھے۔ اس کی وضاحت کے لیے اُنہوں نے خطوط بھی لکھے اور ہر سال حجاج کے وفود کے روبرو اپنے فکر و عمل کے اَحوال بھی بیان کرتے رہے۔

③ اس دوران شاہ عبدالعزیز نے یکم ذی الحجہ ۱۳۴۷ھ بمطابق ۱۱ مئی ۱۹۲۹ء کو مکہ میں شاہی محل میں 'یہ ہمارا عقیدہ ہے!' کے زیر عنوان ایک جامع تقریر کی۔ اس میں اُنہوں نے وضاحت سے کہا: لوگ ہمارا نام 'وہابی' رکھتے ہیں اور ہمارے مذہب کو پانچواں مذہب ٹھہرا کر 'وہابی' کہتے ہیں، حالانکہ یہ ایک فاش غلطی ہے جو جھوٹے پروپیگنڈے سے پیدا ہوئی ہے۔ اس کی اِشاعت خود غرض لوگ کیا کرتے تھے۔ ہم کسی نئے مذہب یا نئے عقیدے کے ماننے والے نہیں۔ اور محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کوئی نیا مذہب لے کر نہیں آئے، بلکہ ہمارا عقیدہ سلف صالحین ہی کا عقیدہ ہے، ٹھیک وہی عقیدہ ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آیا ہے اور جس پر سلف صالحین کاربند تھے۔

ہم ائمہ اربعہ کا احترام کرتے ہیں، امام مالک، شافعی، احمد اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہم کے مابین ہم کوئی تفریق نہیں کرتے، یہ سب ہماری نظر میں محترم و معظم ہیں۔ ہم فقہ میں مذہب حنبلی کو ترجیح دیتے ہیں۔

یہ وہ عقیدہ ہے جس کی دعوت دینے کے لیے شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ اُٹھے اور یہی ہمارا بھی عقیدہ ہے۔ یہ عقیدہ اللہ عزوجل کی توحید پر مبنی ہے۔ ہر قسم کی آمیزش سے پاک ہے۔ ہر بدعت سے منزہ ہے۔ یہی وہ عقیدہ توحید ہے جس کی ہم دعوت دیتے ہیں اور یہی عقیدہ ہمیں آزمائش و مصائب سے نجات دے گا۔

رہا وہ تجدد جس کا بعض لوگ ہم پر الزام لگاتے ہیں اور مسلمانوں کو فریب دیتے ہیں کہ

اس تجدد میں ہمارے دکھوں کا علاج موجود ہے تو میں واضح طور پر کہتا ہوں کہ اس سے کوئی مقصد حاصل نہیں ہوگا۔ یہ تجدّد دنیاوی اور اُخروی دونوں لحاظ سے ہر سعادت سے خالی ہے۔

یقیناً مسلمان جب تک کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی پابندی کرتے رہیں گے ... ائی میں رہیں گے۔ خالص کلمہ توحید کے بغیر ہم سعادتِ دارین حاصل نہیں کرسکتے۔ ہمیں وہ تجدد ہرگز نہیں چاہیے جو ہمارا عقیدہ اور دین ضائع کر دے۔ ہمیں اللہ عزوجل کی رضا چاہیے اور جو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے عمل کرے گا، اللہ اس کے لیے کافی ہے۔ وہ اس کا مددگار ہوگا۔ مسلمانوں کو ماڈرن بننے کی ضرورت نہیں، اُنہیں صرف سلف صالحین کے منہج کی طرف واپسی کی ضرورت ہے۔ جو چیز کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں آئی، اس پر مسلمانوں نے عمل نہیں کیا تو وہ گناہوں کی کیچڑ میں لت پت ہوگئے۔ اللہ جل شانہ نے اُنہیں ذلیل و خوار کیا۔ وہ ذلت و رسوائی کی اس حد کو پہنچ گئے جس پر آج آپ انہیں دیکھ رہے ہیں، اگر وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو مضبوطی سے تھامے رکھتے تو جن آزمائشوں اور گناہوں میں آج مبتلا ہیں، وہ اُنہیں لاحق نہ ہوتے، نہ وہ اپنی عزت و سربلندی کو ضائع کرپاتے۔ میرے پاس بے سروسامانی کے سوا کچھ نہ تھا۔ میں اسی حالت میں نکلا، میرے پاس افرادی قوت بھی نہیں تھی۔ دشمن میرے خلاف اکٹھے ہوگئے تھے لیکن اللہ کے فضل اور اس کی قوت سے مجھے غلبہ حاصل ہوا اور یہ سارا ملک فتح ہوگیا۔

کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے آج مسلمان مختلف مذاہب میں بٹ گئے ہیں۔ یہ خیال غلط ہے کہ غیر مسلم پردیسی ہماری مصیبت کا سبب ہیں۔ سب کچھ ہمارا کیا دھرا ہے۔ اپنی مصیبتوں کا سبب ہم خود ہیں، غور فرمائیے! ایک غیر مسلم پردیسی کسی ایسے ملک میں جاتا ہے جہاں کروڑوں مسلمان ہوتے ہیں اور وہ تنہا اپنے کام میں لگا رہتا ہے تو کیا ایسا تن تنہا شخص لاکھوں کروڑوں اَفراد پر اَثر انداز ہوسکتا ہے جب تک کہ مقامی لوگوں میں سے کچھ لوگ اپنے افکار و کردار سے اس سے تعاون نہ کریں؟

نہیں، ہرگز نہیں، غیروں کے یہی معاونین ہماری مصیبتوں اور آزمائشوں کا سبب ہیں۔ ایسے مددگار ہی دراصل اللہ کے اور خود اپنے نفس کے دشمن ہیں، لہٰذا قابل ملامت وہ کروڑوں مسلمان ہیں، نہ کہ غیر مسلم پردیسی۔ کوئی تخریب کار ایک مضبوط محکم عمارت میں تخریب کاری کی جتنی چاہے کوشش کرلے جب تک عمارت میں شگاف نہ پڑے اور کدال

گھنے کی راہ ہموار نہ ہو، وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ یہی حال مسلمانوں کا ہے۔ اگر وہ متفق و متحد اور یک جان رہیں تو کسی کی مجال نہیں کہ ان کی صفوں میں سوراخ کر دے اور ان کا کلمہ منتشر کر دے۔

اس ملک میں کچھ ایسے لوگ موجود ہیں جو اسلامی جزیرہ نمائے عرب کو نقصان پہنچانے، اَندر ہی اَندر اس پر ضرب لگانے اور ہمیں تکلیف دینے کے لیے غیر مسلم تارکین وطن کی مدد کرتے ہیں، لیکن ان شاء اللہ جب تک ہماری نبض چل رہی ہے، ان کی یہ مذموم خواہش پوری نہیں ہو گی۔

مسلمان متفق ہو جائیں، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کریں، اس طرح وہ یقیناً کامیاب اور بہ عافیت رہیں گے۔ پس مسلمانوں کو چاہیے کہ آگے بڑھیں، اللہ کی کتاب اور اس کے نبی محمد ﷺ کی سنت میں جو کچھ آیا ہے، اس پر عمل کرنے اور توحید خالص کی دعوت دینے کے لیے آپس میں متحد ہو جائیں تو میں بھی اُن کی طرف قدم بڑھاؤں گا اور جو کام وہ کریں گے اور جو تحریک لے کر وہ اُٹھیں گے، میں ان کے دوش و بدوش رہ کر ان کا ساتھ دوں گا۔

اللہ کی قسم! مجھے حکومت پسند نہیں۔ یہ اَچانک میرے ہاتھ آگئی ہے۔ میں صرف رضائے اِلٰہی کا آرزو مند ہوں اور توحید کی دعوت دینا چاہتا ہوں۔ مسلمان اسے مضبوطی سے پکڑنے کا عہد کریں اور متحد ہو جائیں۔ یوں میں ایک بادشاہ، لیڈر یا ایک امیر کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک خادم کی حیثیت سے ان کے شانہ بہ شانہ چلوں گا۔[1]

④ ۲۳ محرم ۱۳۴۸ھ بمطابق یکم جولائی ۱۹۲۹ء کو ایک تقریر میں اُنہوں نے فرمایا:

آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ بعض لوگ راہِ ہدایت سے الگ ہو گئے ہیں، صراطِ مستقیم سے ہٹ گئے ہیں اور ان چالوں کی وجہ سے جو بعض مدعیانِ اسلام چلتے ہیں اور اسلامی غیرت کا اعلان اور اظہار کرتے ہیں، شیطان کے پھندے میں پڑ گئے ہیں۔ اللہ گواہ ہے کہ دین ان سے اور اُن کی کارستانیوں سے بَری ہے۔

میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں اور برابر کہتا رہوں گا کہ جتنا خطرہ مجھے بعض مسلمانوں سے

---

1 دیکھیے المصحف والسیف ... جمع وترتیب: مجد الدین القابسی، ص:۵۵، ۵۶

لاحق ہے، اتنا غیر مسلم تارکین وطن سے نہیں، کیونکہ ان کا معاملہ عیاں ہے، ان سے بچنا ممکن ہے، ان کے حملوں کو روکنے، ان کی چال بازیوں کا ناکام بنانے کے لیے تیاری ممکن ہے، لوگ اسلام کے نام پر ہم سے جنگ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ رہے بعض مسلمان تو یہ لوگ اب تک نجد اور اہل نجد کے خلاف اسلام اور مسلمانوں کے نام پر چالیں چلتے ہیں اور اسلام کا نام لے کر اپنے مسلمان بھائیوں سے جنگ کرتے ہیں۔

حکومتِ عثمانیہ اسلامی حکومت کے دعویدار ہونے کی بنا پر لوگوں سے زیادہ قریب تھی۔ اس نے ہم سے اسلام اور مسلمانوں کے نام پر کئی شدید جنگیں کیں۔ ہر طرف سے ہمارا محاصرہ کرلیا۔ مدحت پاشا نے قطیف اوراحساء کی جانب سے ہم سے جنگ کی، حجاز اور یمن کی طرف سے لشکرِ جرار کی چڑھائی کرادی، شمالی جانب سے عثمانی لشکر چڑھ آیا، ہمیں نیست ونابود کرنے اور اندر خانہ مارنے کے لیے ہر جانب سے محاصرہ کرلیا گیا۔ کیسی کیسی جھوٹی باتیں گھڑی گئیں، غلط باتوں کی کیسی ڈھول اُڑائی گئی۔ دعوت جس کو تحریک وہابیت کا نام دیا گیا، اسے نیا مذہب بتایا گیا۔ امام محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ پر تہمت لگائی گئی کہ وہ تحریک وہابیت کی ایک نئی بدعت لے کر آئے ہیں اور وہابیوں سے جنگ کرنا فرض ہے، پھر خوبصورت الفاظ سے کانوں کو دھوکے دیئے گئے۔ ہم سے جنگ کی گئی۔ بھولے بھالے اور کم عقل عوام کو ہمارے خلاف بہکایا گیا۔ وہ دھوکا کھاگئے اور حکومت کی باتوں میں آکر ہم سے دشمنی کرنے لگے۔ لیکن ان تمام باتوں کی باوجود اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح ونصرت عطا فرمائی۔ اس دور میں اوروں نے بھی ہمارے ساتھ یہی سلوک کیا، ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا اور دین ہی کے نام پر ہمیں ختم کرنا چاہا لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان پر کامیابی عطا فرمائی اور اپنے کلمے کو بلند وبالا رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے قوت توحید سے جو دلوں میں ہے اور طاقت ایمان سے جو سینوں میں ہے، ہماری مدد فرمائی۔

دانائے قلوب اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ توحید نے صرف ہماری ہڈیوں اور جسموں ہی پر قبضہ نہیں کیا بلکہ ہمارے دلوں اور اعضاء وجوارح پر بھی اس کا قبضہ اور غلبہ ہوگیا ہے۔ ہم نے توحید کو شخصی مقاصد پورا کرنے اور مال غنیمت کے حصول کا آلہ کار نہیں بنایا بلکہ ہم اسے مضبوط عقیدے اور قوی ایمان کے ساتھ تھامے ہوئے ہیں تاکہ اللہ ہی کا کلمہ بلند رکھا

جائے۔[1] یہ ہماری حقیر سی کوشش ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے التجا ہے کہ وہ اس عمل کو اپنی ذات کریم کے لیے خالص بنائے اور اس کے ذریعے طالبانِ علم و معرفت کو ہمیشہ نفع پہنچائے۔ والحمد لله رب العٰلمین وصلی الله وسلم علیٰ سیدنا ونبینا محمد وعلی آله وصحبه أجمعین

....

اَب تک جو معروضات کی گئی ہیں، اُن کے مطالعے کے بعد درج ذیل حقائق پر پھر توجہ فرمائیے اور اس پورے معاملے پر حتمی نظر ڈالیے۔

زندگی ربّ ذوالجلال کی بہت بڑی نعمت ہے اور نہایت عظیم الشان مقاصد کے لیے دی گئی ہے۔ جن لوگوں نے اس زندگی کو خود غرضی، ہیرا پھیری، الزام و دشنام، عیش و عشرت اور جسم و جنس کے مطالبوں پر ضائع کیا، وہ تاریخ کے کباڑ خانے میں پھینک دیے گئے۔ اس کے برعکس وہ لوگ جو زندگی کو اللہ ربّ العزت کی امانت سمجھتے تھے، وہ ہر عیش سے منہ موڑ کر اور ہر صعوبت برداشت کر کے آخر دم تک مقاصدِ حسنہ کے لیے کام کرتے رہے اور تاریخ کے ایوان میں شہیدوں کی طرح سرخرو ہو کر لازوال ہو گئے۔ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ ایسے ہی منفرد انسانوں میں سے تھے۔ وہ احیائے دین ہی کے لیے جیے۔ اِسمی اور رسمی مسلمانوں کو سچا اور کھرا مسلمان بنانے کے لیے دن رات جدوجہد کرتے رہے۔ طرح طرح کی مصیبتیں جھیلتے رہے اور اسی مقدس جدوجہد میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ رحمه الله تعالیٰ رحمة واسعة.

شیخ موصوف بارہویں صدی ہجری میں منظر عام پر آئے۔ اس وقت اُمتِ مسلمہ کے فکر و عمل کا کیا حال تھا؟ یہ ایک دل دوز داستان ہے۔ مسلمانوں کی اکثریت نے رب العزت کی بندگی فراموش کر دی تھی۔ عقلوں پر نیند طاری تھی، ظنون و اوہام کی پیروی کی جا رہی تھی، ذلّت و مسکنت چھائی ہوئی تھی۔ ہندوستان کے بے شمار مسلمانوں کی پیشانیاں قبروں اور آستانوں پر جھکی ہوئی تھیں۔ مصر میں بدوی و رفاعی، عراق میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، یمن میں ابن علوان، مکہ

---

1 دیکھیے المصحف والسیف، ص:۵۸، ۵۹

مکرمہ اور طائف میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرادیں مانگی جاتی تھیں۔ خاص طور پر اہل نجد اخلاقی انحطاط کا شکار تھے۔ لوگوں کا بہت بڑا طبقہ صدیوں سے مشرکانہ عقیدوں کی زندگی بسر کرتا چلا آرہا تھا۔ جبیلہ میں حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ کی قبر اور وادیٔ غیرہ میں حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کا قبہ شرک و بدعت کے اعمال کا گڑھ بن گیا تھا۔ علاقہ بلیدۃ الفداء میں ایک پرانا درخت تھا، اس کے بارے میں یہ عقیدہ عام تھا کہ یہ لوگوں کو اولاد عطا کرتا ہے۔ اس فاسد عقیدے کی وجہ سے بے شمار عورتیں آتی تھیں اور اس درخت سے چمٹی رہتی تھیں۔ درعیہ میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منسوب قبروں پر جاہلانہ عقیدت کے مظاہر عام تھے۔ اسی علاقے کے قریب ایک غار تھا، یہاں لوگ شرمناک افعال انجام دیتے تھے۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ جیسے مقدس شہر بھی شرک و بدعت کے افعال سے محفوظ نہیں تھے۔ مسجد نبویؐ میں عین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقد کے قریب مشرکانہ صدائیں بلند کی جاتی تھیں اور غیر اللہ کے وسیلوں سے مرادیں مانگی جاتی تھیں۔

ایک موقع پر شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ مسجد نبوی میں موجود تھے۔ لوگ استغاثہ و استعانت کی صداؤں میں گم تھے اور عجیب و غریب حرکتیں کر رہے تھے۔ اسی لمحے تدریس حدیث کے جلیل القدر معلم محمد حیات سندی رحمۃ اللہ علیہ جو شیخ محمد کے اتالیق بھی تھے، وہاں آگئے۔ شیخ نے جاہلانہ حرکتیں کرنے والوں کی طرف اُنگشت نمائی کی اور پوچھا: ان لوگوں کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے؟ موصوف نے معاً سورہ اعراف کی یہ آیت پڑھی:

﴿إِنَّ هَٰؤُلَاءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيهِ وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٣٩﴾﴾ [1]

”یہ لوگ جس کام میں لگے ہوئے ہیں، وہ باطل ہے اور نیست و نابود ہو کر رہے گا۔“

مذہبی حالت کے علاوہ عرب کی سیاسی اور سماجی حالت بھی خراب تھی۔ عثمانی ترکوں کی حکمرانی کا سکہ چل رہا تھا، نجد چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹا ہوا تھا۔ خانہ جنگی عام تھی۔ فقر و فاقہ مسلط تھا۔ ترکوں کے زیر اہتمام مصر سے رقوم آتی تھیں اور مزاروں کے مجاوروں اور متولّیوں میں بانٹی جاتی تھیں۔ لوگوں کی گزر بسر مزاروں، قبروں اور آستانوں کی مجاوری، گداگری اور لوٹ کھسوٹ پر موقوف تھی۔ یہ حالات دیکھ کر شیخ کا حساس دل تڑپ اٹھا اور

---

1 الاعراف:۱۳۹

وہ لا إله إلا الله محمد رسول الله کی دعوت کا پرچم لے کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کی دعوت کا خلاصہ یہ ہے:

① عقیدہ و عمل کی بنیاد صرف قرآن و سنت کی تعلیمات پر رکھی جائے۔
② نماز، روزہ، حج اور ادائے زکوٰۃ کا التزام کیا جائے۔
③ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات صرف اسی کی ذاتِ عالی سے وابستہ ہیں، ان میں کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔
④ ہر چیز اللہ تعالیٰ ہی کے قبضے میں ہے، پس اللہ کے سوا کسی سے کچھ نہ مانگا جائے۔
⑤ پختہ قبریں اور مقبرے نہ بنائے جائیں۔
⑥ شراب، تمباکو، جوا، جادو، ریشم اور سونا نہایت سختی سے ممنوع ہے۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا جذبہ حق پرستی بڑا پُرجوش تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ ان کی دعوت ہر مسلمان کے رگ و ریشے میں نفوذ کر جائے اور برگ و بار لائے۔ اُنہوں نے دعوت کا آغاز اپنے گھر سے کیا۔ ان کے والد جناب عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ اپنے نورِ نظر کی حق پرستی اور علمی وجاہتوں سے اتنے خوش ہوئے کہ اُنہوں نے خود نماز پڑھانی موقوف کر دی اور اپنے داعی الی اللہ بیٹے کو آگے بڑھا کر اِمامت کے مُصلے پر کھڑا کر دیا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اہل خانہ، عزیز و اقارب اور عیینہ کے رہنے والوں کے علاوہ دور و نزدیک کے تمام اکابر و اصاغر کو اصل دین کی طرف رجوع کی دعوت دی۔ موصوف کا خیال تھا کہ بااثر حکام کی مدد حاصل کیے بغیر دعوت کا کام آگے نہیں بڑھے گا، چنانچہ اُنہوں نے امیر عیینہ عثمان بن معمر کو قبولِ حق کی دعوت دی تو اُس نے خوش سے قبول کر لی لیکن ملال کی بات یہ ہے کہ وہ اس عظیم دعوت پر استقامت نہ دکھا سکا۔ شیخ نے عثمان بن معمر کو اپنی رفاقت میں رکھ کر نماز باجماعت کا اہتمام کیا جو پہلے اس علاقے میں مفقود تھا۔ نماز نہ پڑھنے والوں اور جماعت کا التزام نہ کرنے والوں کے لیے سزائیں تجویز کیں۔ شرک و بدعت کے اڈوں کا صفایا کر دیا۔

جن درختوں کی پوجا کی جاتی تھی وہ کٹوا دیئے اور جن قبروں اور قبوں کو ملجا و ماویٰ سمجھا جاتا تھا، اُنہیں ڈھا دیا۔ یہ کوئی انوکھا اقدام نہیں تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی بہت سے دینی مصالح کی بنا پر وہ درخت کٹوا دیا تھا جس کی چھاؤں میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعتِ رضوان ہوئی تھی۔ پکّی قبروں اور قبوں کو مسمار کرنے کے بارے میں علامہ

ابن حجر ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الزواجر عن اقتراف الکبائر میں فرماتے ہیں:

وتجب المبادرة لهدمها وهدم القباب التي علىٰ القبور إذ هي أضر من مسجد الضرار[1]

یعنی ”قبروں اور ان پر بنے ہوئے قبوں کو فوراً مسمار کر دینا چاہیے، اس لیے کہ یہ ’مسجد ضرار‘ سے بھی زیادہ خطرناک ہیں۔“

واضح رہے کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ زیارتِ قبور کے خلاف نہیں تھے۔ وہ ان مشرکانہ رسوم اور خرافات کے خلاف تھے جو قبروں اور آستانوں پر روا رکھی جاتی تھیں۔ اسی موقع پر آپ نے تبلیغی رسالے لکھنے کا سلسلہ شروع کیا جو مرتے دم تک جاری رہا۔

عیینہ میں اصلاح عقیدہ و عمل کا کام آہستہ آہستہ پھیلتا جا رہا تھا کہ ایک دن ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ ہوا یوں کہ ایک لڑکی کسی کمزور لمحے میں جوانی کی بھول کا شکار ہو گئی۔ یہ لڑکی شادی شدہ تھی۔ اپنے گناہ پر بہت نادم ہوئی۔ شیخ کی خدمت میں پہنچی۔ سارا ماجرا سنایا اور سبیل نجات کی خواہش ظاہر کی۔ شیخ اس لڑکی کی روداد سن کر سنّاٹے میں آ گئے۔ اُنہوں نے اس المیے کے تمام پہلوؤں کی چھان پھٹک کی اور اس بد قسمت لڑکی پر بار بار جرح کرتے رہے۔ وہ ہٹ کی پکّی تھی، ٹلی نہیں۔ رہ رہ کر اقرارِ گناہ کرتی رہی، چنانچہ شیخ نے سنگساری کا فیصلہ سنا دیا اور علاقے کے مسلم حاکم عثمان بن معمر نے مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ اس لڑکی کو سنگسار کر دیا۔

لڑکی کے سنگسار ہو جانے کی خبر سارے نجد میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ اس زمانے میں یہ اپنی نوعیت کا انوکھا واقعہ تھا، جس نے سنا دم بخود رہ گیا۔ خاص طور پر وہ مالدار لوگ بہت گھبرائے جو زر خرید عیاشیوں سے رت جگے کرتے تھے۔ اللہ اللہ! ربّ العزت کے احکام کی تعمیل میں کس قدر برکتیں اور خیر کثیر چھپی ہوئی ہے، جب تک اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل نہیں کیا جاتا، اس وقت تک ان حکموں میں چھپی ہوئی زبردست حکمتیں اور فیوض و برکات بھی عیاں نہیں ہوتے۔ اس کا اندازہ اسی سنگساری کے واقعے سے لگائیے کہ جونہی یہ واقعہ رونما ہوا، سابقہ حالت یکسر بدل گئی اور شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت

---

۱ الزواجر عن اقتراف الکبائر، ج ۱ ص ۱۴۹، کبیرہ گناہ نمبر ۹۳ تا ۹۸

گھر گھر پھیل گئی۔ پہلے کوئی شیخ کی بات پر توجہ نہیں دیتا تھا، اب سبھی شیخ کی طرف متوجہ ہوگئے اور ہر جگہ انہی کی تحریک کا چرچا ہونے لگا۔

ہوتے ہوتے یہ خبر حکامِ بالا کو پہنچی۔ احساء و قطیف کا حاکم اعلیٰ سلیمان بن محمد عزیز حمیدی بد معاش اور عیاش آدمی تھا۔ اِسے یہ خبر سن کر بڑا غصہ آیا۔ اس نے امیر عیینہ عثمان بن معمر کو فوراً لکھا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے ہاں ایک مولوی شرعی فیصلے لاگو کر رہا ہے۔ اسے فوراً قتل کر دو، ورنہ ہم تمہیں جو سالانہ بارہ سو دینار اور دیگر امداد بھیجتے ہیں، وہ بند کر دی جائے گی۔ عثمان بن معمر یہ حکم نامہ پا کر سراسیمہ ہو گیا۔ اسے اپنے منصب اور درہم و دینار چھن جانے کا خطرہ لاحق ہوا تو اس نے شیخ محمد کو عیینہ سے باہر نکل جانے کا حکم دے دیا۔

جو لوگ اللہ رب العزّت کو اپنا دل دے دیتے ہیں، ان کے لیے اپنے وطن کے مالوفات بھی کوئی کشش نہیں رکھتے۔ وہ جہاں جاتے ہیں، نیکی کے بیج بوتے ہیں اور اعمالِ صالحہ کی فصلیں تیار کرنے لگتے ہیں۔ شیخ نے جلاوطنی کا حکم صبر اور سکون سے سنا۔ وہ بڑی بے بسی اور تہی دامنی کی حالت میں عیینہ سے نکلے۔ درعیہ کا قصد کیا۔ بے آب و گیاہ صحرا کی وسعتیں تھیں، شدید گرمی تھی، کڑی دھوپ پڑ رہی تھی اور شیخ تنہا بہ تقدیر پیدل چلے جا رہے تھے۔

جادہ رہ کشش کاف کرم ہے ہم کو ۔۔۔ لیے جاتی ہے کہیں ایک توقع غالب

پیچھے پیچھے عثمان بن معمر کا فرستادہ سپاہی فرید طفیری گھوڑے پر سوار چلا آتا تھا۔ اس نے ویرانے میں شیخ کو قتل کرنے کے لیے ہاتھ اُٹھانا چاہا مگر اللہ کی ایسی زبردست نصرت آئی کہ وہ اس مذموم ارادے سے خود ہی ڈر گیا اور الٹے پاؤں عیینہ بھاگ گیا۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ درعیہ پہنچے۔ امیر درعیہ محمد بن سعود اور ان کے بھائیوں نے شیخ کا پر تپاک خیر مقدم کیا۔ موصوف نے محمد بن سعود کو بھی دعوتِ حق کی ترغیب دی جو اس نیک بخت انسان نے قبول کرلی۔ یوں شیخ محمد بن عبد الوہاب اور خاندانِ سعود میں باطل عقائد کے خاتمے اور اللہ کے دین کے نفاذ کے لیے وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى کا معاہدہ طے پاگیا۔ اس کی برکت سے وہ عظیم الشان انقلاب ظہور میں آیا کہ خاندانِ سعود کو اللہ تعالیٰ نے

پورے ملک کی فرمانروائی عطا کردی۔ اور سارے جزیرہ نمائے عرب سے شرک وبدعت اور مکروہات وخرافات کا خاتمہ ہوگیا۔ آج وہاں توحید کے زبردست حسنات وبرکات کا کھلے عام مشاہدہ ہورہا ہے۔ الحمدللہ! دنیا بھر میں کہیں اتنا امن واستحکام اور عدل وانصاف موجود نہیں جتنا سعودی عرب میں ہے۔ یہ سب کچھ شرک وبدعت کے خاتمے اور دین قیم کے نفاذ کا فیضان ہے۔

کسی دعوے یا دعوت کی سچائی پرکھنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اس کے داعی کا عمل دیکھا جائے اور یہ جانچا جائے کہ وہ دنیاوی شان وشوکت، مال وزر، اونچے عہدے اور نفسانی مطلوبات ومرغوبات کا دل دادہ تو نہیں ہے؟ اگر وہ ان چیزوں سے دور ہے تو یقیناً سچا ہے۔ اس کسوٹی پر شیخ محمد کو پرکھا جائے تو وہ کامل معنوں میں سچے، کھرے، مخلص، بے لوث اور مثالی مسلمان نظر آتے ہیں۔ بے داغ صداقت کی وجہ سے تمام اہل نجد شیخ محمد کے فدائی بن گئے تھے اور شیخ کے کردار کی بلندی اور دعوت کی سچائی کی بدولت سارا نجد شیخ کی زندگی ہی میں خاندانِ سعود کے زیر نگیں آگیا تھا۔ امیر محمد بن سعود اور ان کے جانشین امیر عبدالعزیز شیخ کی راہوں میں آنکھیں بچھاتے تھے اور اُن سے مشورہ کیے بغیر کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ مگر شیخ نے اپنے اس عالی رتبے سے کبھی کسی قسم کا کوئی فائدہ نہیں اُٹھایا۔ وہ دعوت الی اللہ ہی کے فروغ کی دھن میں سرگرمِ عمل رہے۔ کسی اونچے منصب، عیش و راحت یا دنیاوی مال ودولت کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ اُنہوں نے اپنی اولاد کو بھی اعلیٰ درجے کی دینی تعلیم وتربیت دی اور دنیاوی جاہ وحشم اور مال وزر کی طمع سے دور رکھا۔ اللہ کا کتنا بڑا اکرم ہے کہ آج بھی ان کی اولاد واحفاد سعودی عرب میں عظیم دینی خدمات انجام دے رہی ہے اور کسی دنیاوی منصب یا منفعت سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔ شیخ کی اولاد سعودی عرب میں 'آل شیخ' کے نام سے معروف ہے اور انتہائی عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ دنیا میں جب بھی دعوتِ حق کا ظہور ہوا ہے، اس کا واسطہ تین طرح کے لوگوں سے پڑا ہے:

① وہ لوگ جنہوں نے دعوت قبول کرلی۔

② وہ لوگ جنہوں نے قبول نہیں کی اور چُپ چاپ اپنی ڈگر پر چلتے رہے۔

③ اور تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جنہوں نے نہ صرف دعوت قبول نہیں کی بلکہ وہ داعی اور دعوت کے دشمن بن گئے اور آخر دم تک دعوت حق کا چراغ بجھانے کی مذموم کوشش کرتے رہے۔

ہر داعی حق کی طرح شیخ محمد بن عبد الوہاب پر بھی یہی ماجرا گزرا۔ انہوں نے کوئی نئی چیز پیش نہیں کی۔ اُن کی ساری دعوت، تمنا اور تڑپ صرف یہ تھی کہ مسلمان فضول باتیں ترک کردیں۔ قرآن وسنت کی طرف پلٹ آئیں اور سچّے عملی مسلمان بن جائیں۔ بنابریں بارہویں صدی ہجری کی اتنی سچی، اتنی پاکیزہ اور اس قدر دل رُبا انقلابی دعوت کو دوسری صدی ہجری کی خارجی وہابیت[1] سے منسوب کرنا حق و صداقت کی آخری توہین اور عہدِ جدید کا سب سے بڑا افراڈ ہے۔

فرنگی سامراج، ترکی اور مصری مدتوں شیخ پر رکیک حملے کرتے رہے۔ ان کی کمک پر مامور یا مجبور علما مزاروں کی آمدنی سے مالامال پیر فقیر، ان کے مرید اور متوسلین بھی کم و بیش ڈھائی سو سال سے الزام و دشنام کے تیر برساتے آرہے ہیں۔ اگر ایک انسان کا قاتل پوری انسانیت کا قاتل ہے تو شیخ محمد کی دعوتِ حق پر جھوٹے الزامات لگانے اور سچائی کا خون کرنے والوں کو کیا کہا جائے گا؟

خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کردے تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں!

[ماخوذ از کتاب: 'تاریخ وہابیت: حقائق کے آئینے میں'، طبع دارالسلام، لاہور]

---

1 دوسری صدی ہجری میں خوارج کے اباضی فرقے کی ایک تحریک جو خارجی فرقے کے ایک شخص عبد الوہاب بن عبد الرحمٰن بن رستم سے منسوب تھی، اس تحریک کے بارے میں مغربِ اقصےٰ اور اندلس کے بعض علماء کے شدید فتاویٰ بھی شمالی افریقہ میں پائے جاتے ہیں۔ یہ ایک گمراہ فرقہ تھا جس سے محمد بن عبد الوہاب کی تحریک کو متہم کرکے بدنام کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس کی وضاحت اور مزید تفصیلات کے لئے محولہ بالا کتاب کا صفحہ ۱۸، اور ۱۹ ملاحظہ ہو۔ ح م